چندا ماما کے گاؤں میں
مشتاق احمد
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

چندا ماما کے گاؤں میں

قاضی مشتاق احمد

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

پہلی اشاعت	:	1987
چوتھی طباعت	:	2010
تعداد	:	1100
قیمت	:	-/8 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	569

Chanda Mama Ke Gaon Mein

by

Qazi Mushtaq Ahmad

ISBN :978-81-7587-431-2

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی110025، فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر.کے. پورم، نئی دہلی-110066 فون نمبر: 26109746

فیکس: 26108159

ای-میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: لاہوتی پرنٹ ایڈس، 1397، بازار چتلی قبر (?)، جامع مسجد، دہلی-110006

اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

پیارے بچو! علم حاصل کرنا وہ عمل ہے جس سے اچھے برے کی تمیز آجاتی ہے۔ اس سے کردار بنتا ہے، شعور بیدار ہوتا ہے، ذہن کو وسعت ملتی ہے اور سوچ میں نکھار آجاتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو زندگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضامن ہیں۔

بچو! ہماری کتابوں کا مقصد تمھارے دل و دماغ کو روشن کرنا اور ان چھوٹی چھوٹی کتابوں سے تم تک نئے علوم کی روشنی پہنچانا ہے، نئی نئی سائنسی ایجادات، دنیا کی بزرگ شخصیات کا تعارف کرانا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اچھی اچھی کہانیاں تم تک پہنچانا ہے جو دلچسپ بھی ہوں اور جن سے تم زندگی کی بصیرت بھی حاصل کرسکو۔

علم کی یہ روشنی تمھارے دلوں تک صرف تمھاری اپنی زبان میں یعنی تمھاری مادری زبان میں سب سے موثر ڈھنگ سے پہنچ سکتی ہے اس لیے یاد رکھو کہ اگر اپنی مادری زبان اردو کو زندہ رکھنا ہے تو زیادہ سے زیادہ اردو کتابیں خود بھی پڑھو اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھواؤ۔ اس طرح اردو زبان کو سنوارنے اور نکھارنے میں تم ہمارا ہاتھ بٹا سکوگے۔

قومی اردو کونسل نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے پیارے بچوں کے علم میں اضافہ کرنے کے لیے نئی نئی اور دیدہ زیب کتابیں شائع کرتی رہے جن کو پڑھ کر ہمارے پیارے بچوں کا مستقبل تابناک بنے اور وہ بزرگوں کی ذہنی کاوشوں سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔ ادب کسی بھی زبان کا ہو، اس کا مطالعہ زندگی کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

زمانہ: پچیسویں صدی

جمی پہلی بار 'ماہ رُخ نگر' آیا تھا۔ اپنے مُن مُن انکل کے گھر۔ "چاند کے ملک" کے شمالی علاقہ میں انکل نے ایک خوبصورت سا گھر بنایا تھا، ہوا میں تیرتا ہوا یہ گھر جمی کو بہت پسند تھا۔

'چاند کے ملک' میں صرف دو موسم ہوتے ہیں۔ بارش کا اور دوسرا جاڑے کا۔ گرمی کا یہاں نام ونشان نہیں تھا۔ چندا ماما جو اس ملک کا صدر تھا اس نے ایک خلائی اسٹیشن بنایا تھا۔ سورج سے اس ملک کے تعلقات دوستانہ تھے۔ جب فصلوں کو دھوپ کی ضرورت ہوتی خلائی اسٹیشن چاند کے ملک کا رُخ سورج کی طرف کر دیتا۔ لوگ اس دن گھروں سے باہر نکل آتے اور 'ہوائی گارڈن' میں پک نک منانے چلے جاتے۔ یہ گارڈن چندا ماما نے بنایا تھا، اس کی رہائشی کوٹھی بھی اسی گارڈن کے پاس تھی۔ جب چاند کے ملک میں دھوپ نکلتی تو چندا ماما بھی اپنی کھڑکی

سے لوگوں کو درشن دیتا۔ لوگ اس کی دلفریب مسکراہٹ سے بہت متاثر تھے وہ ہاتھ ہلا ہلا کر چندا ماما کا استقبال کرتے اور وہ مسکراہٹیں بکھیر کر اُس کا جواب دیتا۔ گارڈن میں اس روز 'بور کے بڑے' چندا ماما کی طرف سے مفت بانٹے جاتے تھے۔

چندا ماما کی ماں بڑی قدامت پسند عورت تھی، صدیاں گذر گئیں لیکن اس نے اپنا چرخہ نہیں بدلا تھا۔ وہ ہمیشہ چرخہ چلا کر سوت کاتتی رہتی تھی اب سوت کے کپڑے پہننے کا رواج نہیں رہا تھا لیکن چندا ماما نے اپنی ماں کی خوشی کے لیے خاص طور پر کپاس اُگائی تھی۔ چندا ماما کی ماں کے چرخہ سے بنایا ہُوا سوت ایک میوزیم میں رکھا جاتا تھا جسے لوگ دُور دُور سے دیکھنے آتے تھے۔

اور اب تو زمین پر بھی کاغذ کے بنے ہوئے کپڑے پہننے کا رواج ہوگیا تھا اور چاند کے ملک میں تو لوگ ہَوا کے بنائے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ انہیں بنانے کے لیے ایک بہت بڑا کارخانہ وہاں بنایا گیا تھا۔ اس کارخانہ میں سب مشینی انسان کام کرتے تھے۔

جمی کو چندا ماما کے درشن کرنے کا بہت شوق تھا، وہ جس دن مُن مُن انکل کے گھر آیا تھا اُسی روز اُسے پتہ چلا تھا کہ آج رات کے وقت دھوپ نکلنے والی ہے۔ وہ اپنے راکٹ سے اُتر کر سیدھے انکل

کے گھر گیا تو گھر کے سب لوگ ہوائی گارڈن جانے کی تیاری کر رہے تھے جمی بھی ان کے ساتھ ہوائی گارڈن چلا گیا۔

'ہوائی گارڈن' میں تمام پودے ہوا میں لگے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے پودوں پر بڑے بڑے پھول لگے ہوئے تھے۔ چھ رنگوں کا گلاب تھا۔ سرخ رنگ کے موتیا کے پھول تھے اور نیلے رنگ کی چمبیلی تھی ایک پتلی سی بیل پر پکے ہوئے آم لگے ہوئے تھے۔ اسی بیل پر لونگ کی سائز کے کیلے تھے۔ جمی نے لپک کر بیل سے آٹھ دس کیلے توڑ لیے۔ لونگ کی سائز کے آٹھ کیلے کھاتے ہی اس کا پیٹ بھر گیا۔ ادھر اس بیل پر اتنے ہی کیلے دوبارہ اُگ آئے۔

ہوائی گارڈن میں مشینی انسان گور اور مونگ کے بڑے بانٹ رہے تھے۔ جمی کو شرارت سوجھی، اس نے پیچھے سے ایک مشینی انسان کو دھکا دے کر گرا دیا۔ گرتے گرتے اُس نے بھی جمی کو ایک زبردست طمانچہ رسید کیا۔ جمی منہ کے بل گرا، اگر انکل بیچ میں نہ پڑتے تو جمی نے مشینی انسان کے پرزے پرزے الگ کر دیئے ہوتے۔

ذرا دیر میں خطرہ کا سائرن بجاتی ہوئی ایک ہوائی سواری وہاں آگئی۔ اس میں سے ایک خوبصورت مشینی عورت باہر نکلی۔ اس نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے زمین پر پڑے ہوئے مشینی انسان

کی مرمت کر دی اور وہ دوبارہ کھڑا ہو گیا۔

"ننھے بچے!" اس مشینی عورت نے جمی سے کہا: "آپ چندا ماما کے مہمان ہیں۔ چندا ماما کے خدمت گاروں سے اس قسم کا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔"

"میں نے کیا کیا؟" جمی نے معصومیت کے ساتھ پوچھا۔

"تم نے جو کچھ بھی کیا وہ خلائی اسٹیشن پر ریکارڈ ہو گیا اور اس "روبو" (مشینی انسان) کے سینے میں بھی ——— دیکھنا چاہو گے؟"

"ضرور"

مشینی عورت نے روبو کے سینے میں تمغہ کی طرح لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ سینے پر ٹی۔وی اسکرین کی طرح ایک چھوٹا سا پردہ نمودار ہو گیا اور اس پردہ منظر بھی نظر آیا جس میں روبو جمی کو طمانچہ مارتا ہے۔

"روبو! چندا ماما کے مہمان سے جھگڑا نہیں کرتے ——— معافی مانگو ———" روبو (مشینی انسان) نے جُھک کر جمی سے معافی مانگی۔ جمی نے بھی اس سے معافی مانگی۔ دونوں نے ہاتھ ملایا۔ روبو نے جمی کو مونگ کے بڑے دیئے ———

"یہ منظر دیکھ کر چندا ماما بہت خوش ہو گا ———" مشینی عورت نے کہا "یہاں کی ہر بات اُسے نظر آتی ہے ———" یہ کہہ کر وہ اپنی ہوائی سواری پر اُتر کر چلی گئی ———

"جی ہاں" مُن مُن انکل نے کہا، "تم زمین کے رہنے والے جھگڑے فساد کے عادی ہو، ہم یہاں چاند میں رہنے والے کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کرتے ——"

"مجھے افسوس ہے انکل !"

"کوئی بات نہیں —— یہ تمہارا نہیں زمین کے ماحول کا قصور ہے۔"

آپ بھی تو زمین پر رہتے تھے ——"

"لیکن یہاں آکر مَیں بالکل بدل گیا ہوں۔" انکل نے کہا "ستّو سال پہلے جب زمین پر ایک زبردست بھونچال آیا تھا، مَیں یہاں آگیا تھا، وہاں کے لڑائی جھگڑوں سے بھی میں بیزار ہوگیا تھا ——"

"کس بات کے جھگڑے انکل "

"زمین کے لیے، جائیداد کے لیے، کرسی کے لیے جھگڑے —— ذات پات کے جھگڑے "

"اور یہاں ؟"

"یہاں تو بس امن و امان ہے، چنداماما کی حکومت میں سب خوش ہیں۔"

"اور چندا ماما ؟"

"وہ ہمیشہ خوش رہتا تھا لیکن اُسے جھگڑا کرنے والے لوگ پسند نہیں، اگر تم اس ملک کے مہمان نہ ہوتے تو وہ تمہیں سزا دیتا ۔"

"وہ کیسے؟"

"تم نے شنی کا نام سُنا ہے؟"

"ہاں —— وہ ایک سیارہ ہے ——"

"چندا ماما جسے سزا دینا چاہتا ہے اُسے راکٹ میں بٹھا کر شنی پر بھیج دیتا ہے اور اس کے بعد شنی مہاراج یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کیا سزا دی جائے ——"

"کیا وہ جان سے مار دیتے ہیں؟"

"نہیں —— وہ اُس انسان کو واپس زمین پر بھیج دیتے ہیں اور اسے اتنا پریشان کرتے ہیں کہ وہ تلملا جاتا ہے ——"

"کیا لوگ زمین پر واپس جانے کے لیے تیار ہیں ——"

"نہیں —— جو لوگ یہاں آ کر بس گئے ہیں انہیں زمین پر واپس بھیج دینے سے بڑی کوئی سزا نہیں ——"

"اب بس بھی کیجیے سزا کی باتیں" آنٹی نے کہا: "زمین کا بچّہ ہے ڈر جائے گا۔"

"آنٹی! میں ڈرتا نہیں ——"

"تم تو بہت پیارے بچّے ہو ——" آنٹی نے پیار کیا "اب باتھ روم میں جا کر اسٹیم باتھ لے آؤ ——"

جمی باتھ روم میں گیا، اس نے کاغذ کے کپڑے پھاڑ کر باتھ روم میں رکھے ہوئے ٹب میں ڈال دیئے۔ اسٹیم (بھاپ) کا بٹن دباتے ہی وہ کپڑے تحلیل ہوکر بہہ گئے۔ پھر جمی نے بھاپ کا غسل کیا، وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کررہا تھا۔ غسل ختم ہوتے ہی اُس نے ایک اور بٹن دبایا۔ ایک نلی سے نیم گرم ہوا نکلنے لگی اور اس کا جسم بغیر تولیہ کے خشک ہوگیا۔ پھر اُس نے ایک اور بٹن دبایا، ایک دوسری نلی سے کپڑے کی طرح نظر آنے والا کاغذ نکلنے لگا۔ جمی نے اس کاغذ کو کپڑے کی طرح جسم پر لپیٹ لیا۔ پھر وہ ایک طرف مڑا، بٹن دباتے ہی دیوار پر آئینہ نظر آنے لگا، آئینہ سے چند شعاعیں باہر نکلیں اور جمی کے بکھرے ہوئے بال سلیقے سے جم گئے، وہ باتھ روم سے باہر نکلا تو بہت "تازہ دَم" ہوگیا تھا

جمی کو بڑے زور کی بھوک لگی تھی۔ 'ہوائی باغ' میں کھائے ہوئے کیلے اور بڑے ہضم ہوگئے تھے۔

"آج تمہارے لیے پنٹو نے زمین اور چاند کے ملے جُلے کھانے بنائے ہیں، تمہیں ہَوائی کھیر اور پانی کا حلوہ بہت پسند ہے نا؟"

"بہت پسند ہے آنٹی، یہ سب تو چاند پر ہی بنتے ہیں۔"

"اور شاید تندوری چکن بھی بنایا ہے، پچھلے ہفتہ خاص زمین سے

تمہارے لیے ایک ٹن کا چکن منگایا ہے ——"

"سُنا ہے پہلے چکن ایک کلو کے بھی ہوتے تھے" جمی نے پوچھا۔

"ہم نے دیکھا تو نہیں لیکن سُنا ہے" آنٹی بولی "یہ بھی سُنا ہے پہلے انڈے سے چکن نکلتے تھے، اب کے زمانہ کی طرح مشین سے نہیں"

"اب تو انڈہ بھی ایک کلو کا نہیں ہوتا ہے"

"اور جمی! تم نے سُنا ہے پہلے زمین کے نیچے بھی کچھ ترکاریاں پیدا ہوتی تھیں ——"

"اب تو نہیں ہوتیں" جمی بولا "بس ہَوا میں کھیتی ہوتی ہے —— فصلیں اُگانے کے لیے زمین باقی ہی کہاں ہے؟ جہاں دیکھو عمارتیں ——"

"پہلے میلوں کھُلی زمین تھی اور لہلہاتی کھیتیاں"

"مَیں نے میوزیم میں تصویر دیکھی ہے ——"

"اور وہ اناج کے نمونے"

"ہاں وہ بھی دیکھے ہیں —— گیہوں، چاول —— کتنے ننھے ننھے ہیں وہ؟"

"اور ایک چیز شکر بھی دیکھی ہوگی"

"ہاں سُنا ہے پہلے میٹھا بنانے کے لیے وہ چیز استعمال ہوتی تھی، اب تو بوتل سے دو قطرے ٹپکاؤ اور میٹھا بنالو ——"

"اور آنٹی! آپ نے سُنا ہے پہلے اسکول ہوتے تھے، پچاس پچاس بچے

ایک جگہ بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اس زمانہ کی طرح نہیں کہ ٹی وی پر سبق سیکھا اور کمپیوٹر کی مدد سے امتحان دے دیا۔۔۔۔"

"لیکن چاند کے ملک میں چندا ماما ایسے اسکول دوبارہ قایم کرنا چاہتا ہے۔"

"پھر آنٹی! میں رہ جاؤں گا، مجھے بہت سے بچوں کے ساتھ مل کر پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے۔۔۔۔ اب تو کوئی کسی سے دوستی نہیں کرتا، بس فون پر بات کر لیتے ہیں یا کیسیٹ بھیج کر پیغام بھیج دیتے ہیں۔۔۔۔"

"ارے تم لوگ بولتے ہی رہو گے؟ کھانا نہیں کھاؤ گے کیا؟" انکل نے بات کاٹ کر کہا۔

"اوہو۔۔۔۔ میں تو باتوں میں ایسے کھوئی کہ یاد ہی نہیں رہا۔۔۔۔" آنٹی نے وہاں بیٹھے بیٹھے بٹن دبا دیا۔ پنٹو (مشینی انسان) ذرا دیر میں کھانا لے کر حاضر ہو گیا۔ ہوا کے دستر خوان پر اُس نے پلاسٹک کے برتنوں میں کھانا رکھ دیا۔ ہوا کی کھیر اور پانی کا حلوہ لاجواب تھا۔ تندوری چکن کے چند گرم گرم ٹکڑے ایک ایسے برتن میں رکھے ہوئے تھے جن میں کھانا کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

کھانا ختم ہوتے ہی آنٹی نے ایک بٹن دبایا، پلیٹیں اور کھانا چشم زدن میں ہوا میں تحلیل ہو گیا اور ہوا کا دستر خوان بھی غائب ہو گیا۔

اس کے بعد پنٹو (مشینی انسان) نے چند تفریحی چیزیں پیش کیں۔

وہ گا سکتا تھا۔ اس کے سینے پر موجود اسکرین پر چندا ماما کے خلائی اسٹیشن کے چند خاص پروگرام دکھائی دینے لگے۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ گھنٹی کی آواز ایسی تھی جیسے کسی نے ستار کے تار چھو دیے ہیں۔ پھر اسکرین پر جمی کے ڈیڈی کا چہرہ نظر آنے لگا ـــــ وہ زمین سے بول رہے تھے۔

"ڈیڈی!" جمی خوشی سے چلّایا۔

"ہم تو سمجھے تھے تم ہمیں بھول گئے۔ آج دن بھر ہمیں یاد نہیں کیا۔"

"معافی چاہتا ہوں ڈیڈی! آج سن لائٹ ڈے تھا نہ؟"

"اچھا ـــــ دھوپ کا دن! پھر تو مزے ہوں گے تمہارے"

"ہاں ڈیڈی ـــــ بہت مزہ آیا ـــــ ہوائی باغ کے کیلے اور بڑے کھائے!"

"اور وہ تمہاری ہوا کی کھیر اور پانی کا حلوہ؟"

"وہ تو بہت مزے سے کھائی ہیں آج ہی ـــــ ابھی ابھی ـــــ"

"واپس کب آؤ گے ـــــ"

"جلدی نہیں ـــــ"

"ارے تمہارے کمپیوٹر پر میسج آیا تھا، تمہارا ٹیسٹ ہے نہ اگلے ہفتہ؟"

"مجھے یاد ہے ـــــ"

"پھر تمہاری واپسی کا ٹکٹ بک کرالوں ـــــ"

"کرا لیجیے ـــــ دو روز بعد ـــــ"

"دیکھو ـــــ صبح والے راکٹ سے نکل جانا ـــــ میں خلائی اسٹیشن پر ایلی کاپٹر
لے کر آرہا ہوں ـــــ"

"اوکے ـــــ ڈیڈی ـــــ"

"تم اپنے انکل اور آنٹی کو سلام کہنا۔"

"چندا ماما زندہ باد!" انکل اور آنٹی نے سلام کا جواب دیا ـــــ

"ڈیڈی نے ہاتھ ہلا کر 'بائی' کہا اور پھر اسکرین پر اندھیرا چھا گیا۔

"اب سو جاؤ ـــــ" انکل نے کہا "کل تمہیں خلائی اسٹیشن لے جاؤں گا۔"

"گڈ نائٹ انکل، آنٹی ـــــ"

"چندا ماما زندہ باد!" انکل اور آنٹی نے گڈ نائٹ کا جواب دیا۔

"پنٹو! اب تم بھی آرام کرو ـــــ"

پنٹو کی آنکھوں سے نیلے رنگ کی روشنی نکلنے لگی، اس کا مطلب تھا
کہ اب وہ آرام کرنا چاہتا ہے ـــــ آنٹی نے سوئچ آف کر دیا اور پنٹو اپنی
جگہ ساکت ہو گیا ـــــ

دوسرے دن وہ ہوائی سواری میں سوار ہو کر انکل کے ساتھ خلائی
اسٹیشن میں آیا جہاں وہ کام کرتے تھے ـــــ

"چندا ماما زندہ باد!" گیٹ پر کھڑے ہوئے ایک روبو نے جھک کر

انہیں سلام کیا۔

"چندا ماما زندہ باد! دونوں نے جواب دیا۔

انکل اپنی کیبن میں گئے۔ پاشوش پر پیر رکھتے ہی دروازہ فوراً کھل گیا۔ انٹرکام (اندرونی گفتگو کا فون) پر انہوں نے اپنے اسسٹنٹ کو بلایا

چند ہی لمحوں میں اسسٹنٹ حاضر ہوگیا" چندا ماما زندہ باد "

"چندا ماما زندہ باد مسٹر ۱۰۲ "

مسٹر ۱۰۲ نے انسانوں کی طرح ہی کاغذ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، وہ ہنس ہنس کر بات کر رہا تھا۔

"کل جو ہم نے مریخ اور مشتری کو پیغام بھیجا تھا اس کا جواب آگیا؟"

"یس سر!" مسٹر ۱۰۲ نے کہا "میں نے کمپیوٹر کو بھیج دیا ہے، پوری رپورٹ دس منٹ میں آجائے گی۔"

"مجھے پانچ منٹ میں چاہیئے۔"

"بہت بہتر۔" مسٹر ۱۰۲ فوراً باہر چلا گیا۔

"انکل! اس آدمی کا ایسا عجیب و غریب نام کیوں؟"

اس لیے کہ وہ آدمی نہیں ہے۔ روبو ہے (مشینی انسان) اور یہاں روبو کے نام نہیں نمبر ہوتے ہیں۔"

"لیکن وہ تو بالکل ہمارے آپ کی طرح۔

مسٹر ۱۰۲ دوبارہ ان کے سامنے آگیا تھا۔۔۔۔۔" رپورٹ سر!

"اچھا ۔۔۔۔۔ تم زمین سے کانٹیکٹ کرو اور ہمارے کام کا پروگریس معلوم کرو ۔۔۔۔۔"

"بہت بہتر سر!"

اتنے میں ایک نہایت ہی خوبصورت اور کم عمر لڑکی اندر داخل ہوئی۔

"یس مس ۲۰۲" انکل نے پوچھا۔

"کل ہم نے زمین سے جو آکسیجن منگوائی تھی اس کا لوڈ آگیا ہے"

"لیکن اب تو چاند پر بھی آکسیجن بھرپور ہے ۔۔۔۔۔"

"ریزرو اسٹاک منگوایا ہے سر!"

"او۔ کے ۔۔۔۔۔"

وہ چلی گئی ۔۔۔۔۔

"یہ بھی روبو (مشینی عورت) تھی نہ انکل"

"تم نے نمبر سے اندازہ لگالیا ۔۔۔۔۔ بہت اچھے ۔۔۔۔۔ اب چلو ہمارا خلائی اسٹیشن دیکھو ۔۔۔۔۔

جمی کی آنکھیں اسٹیشن دیکھ کر چکا چوند ہوگئیں ۔۔۔۔۔

"یہ سب روشنی ہم سورج سے لیتے ہیں" انکل نے کہا۔

"لیکن یہاں کام کیا ہو رہا ہے ۔۔۔۔۔"

ہم اپنے چاند کے ملک اپنی جگہ سے ہٹاکر اور او پرے جانا چاہتے ہیں۔"

"لیکن کیوں؟"

اس لیے کہ زمین پر آبادی بڑھ رہی ہے۔ سینکڑوں منزلوں کی عمارتیں تیار ہورہی ہیں ــــ چند سال بعد عمارتیں اتنی اونچی بھی ہوسکتی ہیں کہ وہ ہمارے ملک پہنچ جائیں ــــ ہم زمین سے کچھ فاصلہ دور ہی رکھنا چاہتے ہیں ــــ"

"انکل! آپ کا ملک کتنا اچھا ہے ــــ کتنی خوبصورتی ہے یہاں! کتنا سکون ہے ــــ"

"یہ سب چندا ماما کی مہربانی ہے ــــ"

"کیا میں چندا ماما سے مل سکتا ہوں ــــ"

"ضرور"

"کیا اسے نزدیک سے دیکھ سکتا ہوں ــــ"

"اس روز تو تم نے دیکھا ہے نہ اُسے"

"وہ کھڑکی سے ہی درشن دے رہا تھا ــــ"

"وہ ہی اس کی مخصوص جگہ ہے ــــ وہ کھڑکی سے باہر نہیں آتا ــــ"

"ٹھیک ہے ــــ دور سے ہی سہی ــــ"

"کل ہم اس سے ملنے جائیں گے۔ اس کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔"

جمی کی زندگی کا وہ سب سے یادگار دن تھا۔ وہ چندا ماما سے ملنے جا رہا تھا۔
انکل اُسے سیدھے چندا ماما کی کوٹھی پر لے کر گئے۔ وہ اپنی مخصوص کھڑکی
میں کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا ___

"چندا ماما زندہ باد!" جمی نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"خوش رہو پیارے بچے!"

"چندا ماما! آج میں بہت خوش ہوں۔ اتنی نزدیک سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

"تم زمین سے آئے ہوئے مہمان ہو نا؟"

"ہاں چندا ماما ___"

"بڑے کھاؤ گے؟"

"ضرور ___"

جمی نے ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کے ہاتھ میں بڑے آ گئے ___

"کھاؤ ___ کھاؤ ___" چندا ماما نے بھی دو چار بڑے ایک دم کھاتے
ہوئے کہا۔

"تمہارے زمین کی بس یہی ایک چیز مجھے پسند ہے ___"

"اور کچھ بھی پسند نہیں ___"

"زمین کے بچے مجھے بہت پسند ہیں" چندا ماما نے کہا "وہ مجھ سے پیار
کرتے ہیں، میں بھی ان سے پیار کرتا ہوں ___"

چندا ماما! تم یہاں تو دن رات نظر آتے ہو، زمین پر صرف رات کے وقت کیوں نظر آتے ہو؟"

"دن میں مَیں اپنے ملک کا کام کرتا ہوں اور رات میں زمین کی خدمت کرتا ہوں۔ میری اصلی ماں تو زمین ہی ہے۔ مَیں اس سے دُور ہوں لیکن میری نظریں ہمیشہ اسی طرف لگی ہوتی ہیں ــــ میں رات کے وقت اپنی ماں کو ٹھنڈک پُہنچاتا ہوں ــــ"

"اور وہ بڑھیا؟"

"وہ بھی میری ماں ہے ــــ" چندا ماما نے کہا "زمین نے مجھے جنم دیا اور اس ماں نے مجھے پروان چڑھایا ــــ"

"مَیں تمہاری ماں سے مل سکتا ہوں ــــ"

"ضرور ــــ مگر دُور سے، مَیں نے کھڑکی کھول دی ہے ــــ دیکھو ــــ"

جمی نے دیکھا ایک سفید بالوں والی بڑھیا سر جھکائے ہوئے چرخا کات رہی ہے ــــ اس نے بھی مسکرا کر جمی کی طرف دیکھا اور پھر چرخا کاتنے لگی ــــ

"تم بہت پیارے بچے ہو جمی!" چندا ماما نے کہا۔

"میرا نام تمہیں کیسے معلوم ہو گیا؟" جمی نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے زمین پر رہنے والے ہر بچے کا نام معلوم ہے ــــ چندا ماما نے

مسکراتے ہوئے کہا: "تم آدرش نگر کی اوشا بلڈنگ میں رہتے ہو نہ؟"

"تمہیں تو میرا پتہ بھی معلوم ہے ——"

"ہاں —— اوشا بلڈنگ —— ۱۱۵ ویں منزل —— تمہارے ڈیڈی کا گلابی رنگ کا ہیلی کاپٹر ہے نہ؟ میں نے اُسے تمہاری بالکنی میں دیکھا ہے۔"

"چندا ماما! تم تو سب کچھ جانتے ہو۔"

"میں تمہاری کھڑکی سے سب کچھ دیکھتا ہوں —— تم اپنی ممی کو بہت تنگ کرتے ہو نہ؟ اپنے ڈیڈی کی بھی بات نہیں مانتے —— اپنی چھوٹی بہن کو بھی پریشان کرتے ہو ——"

"چندا ماما! ...."

"اور ہاں! اس روز تم نے میرے ایک روبو (مشینی آدمی) کو بھی لات ماردی تھی ——"

"میں بہت شرمندہ ہوں چندا ماما!"

"میں نے اس روبو کو سزا دی"

"لیکن قصور تو میرا تھا ——"

"اس نے بھی تو تمہیں طمانچہ رسید کیا تھا —— میں اپنے ملک میں ہنگامے پسند نہیں کرتا —— میں نے اُسے فوراً سورج کی طرف روانہ کردیا، وہ سورج کی گرمی سے پگھل جائے گا ——"

"میری وجہ سے اس غریب کو تکلیف ہوئی ــــــ"

"مجھے خوشی ہے کہ تمہیں دوسرے کی تکلیف کا احساس ہوا جمی ــــــ! میری ایک بات یاد رکھو ــــــ اگر تم بڑے آدمی بننا چاہتے ہو تو پہلے اچھا آدمی بنو اپنے ماں باپ کی عزّت کرو ــــــ بھائی بہنوں سے پیار کرو ــــــ خوب محنت کرو ــــــ تم زندگی میں ضرور کامیاب ہو گے ــــــ"

"تمہاری نصیحت میں ہمیشہ یاد رکھوں گا چندا ماما!"

میرا یہ پیغام زمین کے سارے بچّوں تک پہنچا دینا کہ میں ان سب کی حرکتوں کی خبر رکھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ زمین کے بچّے بھی اپنے ماضی سے سبق لیں، میں صدیوں سے دیکھتا چلا آ رہا ہوں ــــــ زمین پر خونخوار جنگیں، ذات پات کے جھگڑے، نفرت، لڑائیاں، تباہی ــــــ انسان کی انسان سے دشمنی لوگ زمین کے جھگڑوں دنگوں سے تنگ آ کر یہاں چلے آتے ہیں۔ میرا ملک اتنا بڑا نہیں کہ ہر ایک کو یہاں رہنے کی جگہ دے، میں اپنے دل میں جگہ دے سکتا ہوں لیکن اپنے ملک میں جگہ دینا مشکل ہے ــــــ"

"چندا ماما! کیا تم مجھے اپنے ملک میں جگہ دو گے"

"ضرور ــــــ لیکن جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم اچھے بچّے بن گئے ہو"

"میں وعدہ کرتا ہوں چندا ماما! میں ضرور اچھا انسان بنوں گا ــــــ"

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں ــــــ"

دو روز بعد جب جمی واپس زمین پر پہنچا تو اس کے ڈیڈی خلائی اسٹیشن پر اپنا گلابی رنگ کا ہیلی کاپٹر لیے ہوئے موجود تھے۔ جمی دوڑتا ہوا اپنے ڈیڈی سے لپٹ گیا۔

"چندا ماما کے گاؤں سے خالی ہاتھ آئے ہو؟" ڈیڈی نے پوچھا۔

"نہیں ڈیڈی! میں ایک اچھا انسان بننے کا ارادہ ساتھ لے کر آیا ہوں — اب میں کبھی گڈی سے جھگڑا نہیں کروں گا۔ ممی اور آپ کو کبھی تنگ نہیں کروں گا، محنت سے اور لگن سے پڑھوں گا، بڑا آدمی بنوں گا —"

چندا ماما کے گاؤں سے تم بہت اچھا تحفہ لائے ہو بیٹے! تمہاری ممی بھی یہ سن کر خوش ہوگی۔

جب ہیلی کاپٹر ان کے فلیٹ کی کشادہ بالکنی میں اُترا تو ممی اور گڈی نے بھی بڑے پیار کے ساتھ جمی کو خوش آمدید کہا۔

"تم نے سُنا" ڈیڈی نے کہا: "جمی چندا ماما کے گاؤں سے کیا تحفہ لایا ہے؟"

"لیکن اس کے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں —"

"یہ تحفہ وہ اپنے دل میں لایا ہے — اچھا آدمی بننے کا ارادہ — اب وہ کبھی گڈی سے جھگڑا نہیں کرے گا اور نہ ہی ہمیں تنگ کرے گا۔"

"سچ جمی!"

"ہاں ممی ـــــ"

"آ بیٹے! گلے لگ جا ـــــ" ممی نے جمی کو پیار سے گلے لگایا اور اس کی بلائیں لیں ـــــ

"ممی! میں بڑا ہو کر چاند کے ملک چلا جاؤں گا۔ وہاں کتنا سکون ہے کتنا امن ہے، جھگڑا فساد نہیں، لڑائی نہیں، جنگ نہیں ذات پات کے جھگڑے نہیں۔

"جمی! تم اس زمین پر ہی رہ کر اسے بھی چاند کے ملک کی طرح پرامن جگہ بناؤ گے ـــــ وعدہ کرو مجھ سے ـــــ

جمی نے کھڑکی سے چاند کی طرف دیکھا، چندا ماما مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اُسے ممی کی رائے سے اتفاق تھا۔

"ممی! میں اسی زمین پر رہوں گا اور اسے پُرامن بنانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دوں گا ـــــ"

"شاباش بیٹے ـــــ"

وہ سب خوش تھے، قہقہے لگا رہے تھے اور چندا ماما دُور سے ان سب کو خوش دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

آئس کریم کی کہانی

آئس کریم انگریزی نام ہے۔ آئس کا مطلب ہے برف اور کریم یعنی ملائی، دنیا کے کونے کونے میں آئس کریم بہت شوق سے کھائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ آئس کریم امریکہ میں کھائی جاتی ہے۔ ایک امریکی آدمی دن بھر میں کم ازکم تین سو گرام آئس کریم ہر روز کھا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آئس کریم کی عمر سات سو سال سے زیادہ ہے۔ روم کے ایک بادشاہ کے باورچی نے اپنے بادشاہ کے لیے دودھ میں شکر ملا کر ایک ڈبہ میں رکھا تھا، دوسرے دن اُس نے دیکھا کہ وہ دودھ اور شکر جم کر کوئی نئی چیز تیار ہو گئی ہے۔ اس نے چکھ کر دیکھی تو وہ مزیدار چیز تھی جو اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کی، بادشاہ کو بھی وہ چیز پسند آگئی، دنیا میں آئس کریم کا موجد وہی باورچی تھا لیکن اس کا نام آج کسی کو بھی یاد نہیں۔

اٹلی کا بیوپاری مارکو پولو بیوپار کے سلسلہ میں چین گیا تھا۔ راجہ کے ساتھ

ایک ضیافت میں اس نے ایک لکڑی کے برتن میں اندر دودھ اور شکر اور باہر ٹھنڈا کرنے کے لیے برف اور نمک رکھا ہوا دیکھا۔ اس نے "آئس کریم" کہا اور تب سے یہ نام مقبول ہوگیا۔

اٹھارویں صدی میں انگلستان کے راجہ جیمس چہارم کا ایک باورچی چار قسم کی آئس کریم بناتا تھا۔ راجہ اس باورچی کو انعامات سے نوازتا تھا تاکہ وہ یہ ترکیب کسی اور کو نہ سکھائے، شاید راجہ کا خیال تھا کہ آئس کریم ایک شاہی نعمت ہے جسے شاہی محلوں تک ہی رہنا چاہیے لیکن بعد میں اس باورچی نے آئس کریم کی ترکیب اپنے ایک دوست کو سکھادی اور محلوں کی یہ نعمت عام انسانوں تک پہنچ گئی۔ برسوں بیت گئے آئس کریم آج بھی اتنی ہی مقبول ہے۔ چھوٹے۔ بڑے سب ہی اسے شوق سے کھاتے ہیں اور ہمارے ہاں اُسے ملائی کا برف کہا جاتا ہے اور وہ آئس کریم سے بھی زیادہ مزیدار ہوتا ہے۔

کمپیوٹر کی کہانیاں

'نیویارک' کی سڑکوں پر رات کے وقت پولیس کو ایک کار گلی میں پارک کی ہوئی نظر آتی ہے، وہ اپنی گشتی گاڑی کے فون سے تھانے سے کار کا نمبر معلوم کرتا ہے، صرف آدھے منٹ کے اندر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ کار کس کے نام پر رجسٹر ہے اور یہ گاڑی چوری جانے کی رپورٹ تھانے میں درج ہے، یہ بھی پتہ چل جاتا ہے، گشتی دستہ ایک منٹ کے اندر ہی قانونی کارروائی شروع کردیتا ہے۔

بیلجیم کے راستہ پر ایک خطرناک حادثہ میں ایک نوجوان مرگیا ہے، اس کی لاش اسپتال میں پوسٹ مارٹم کے لیے آئی ہے، پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یورپ کے سارے اسپتالوں کو بیک وقت مہیا کی جارہی ہے اور فوراً یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جرمنی کے ایک مریض کو اور لندن کے ایک دوسرے مریض

کو بیلجیم میں مرنے والے نوجوان کے گردے کام آسکتے ہیں۔ ایک گھنٹہ کے اندر ہی ایک گردہ جرمنی اور دوسرا لندن ہوائی جہاز کے ذریعہ روانہ ہوجاتا ہے اور زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا دو مریض نئی زندگی پاتے ہیں۔

لندن کی ایک کانفرنس میں شکاگو کا ایک سائنسداں یکایک بے ہوش ہوجاتا ہے۔ شکاگو کو فوراً فون پر مطلع کیا جاتا ہے، سائنسداں کے اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی پانچ منٹ کے اندر اندر سینکڑوں میل دور سے اس بیہوش سائنسداں کے بارے میں ساری معلومات مل جاتی ہیں کہ اس کے خون کا گروپ کیا ہے، اسے کن دوائیوں کی الرجی ہے۔ آج تک اسے کون کون سی بیماریاں اور مرض ہوئے ہیں اور سائنسداں کے اسپتال میں داخل ہوتے ہی علاج شروع ہوجاتا ہے۔

یہ سب خیالی قصے نہیں بلکہ سچے واقعات ہیں۔ یہ سب کیسے ممکن ہوا؟ یہ سب اس عظیم ایجاد کے کرشمے ہیں جسے کمپیوٹر کہتے ہیں۔ آج دنیا میں جو کمپیوٹر استعمال کئے جارہے ہیں وہ عام طور پر ٹی۔ وی کی طرح نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ٹائپ رائٹر کی طرح ایک کی بورڈ ہوتا ہے جو کمپیوٹر کے پردہ پر نظر آنے والی معلومات فوراً ٹائپ کرکے اس کی کاپی مہیا کرسکتا ہے۔

کمپیوٹر کا استعمال صرف جمع تفریق کے لیے نہیں ہوتا بلکہ نہایت ہی پیچیدہ حساب حل کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اس کی مہیا کی ہوئی معلومات جس طرح بھی چاہے استعمال ہو سکتی ہیں۔

الیکٹرانک کمپیوٹر کا استعمال گزشتہ تیس چالیس برسوں سے ہو رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تیس ہزار سال قبل از مسیح چینی اور جاپانی لوگ 'ایبکس' نامی ایک مشین کا استعمال جمع تفریق کے حساب کے لیے کرتے تھے، لکڑی کی چوکھٹ میں تار بٹھائے جاتے تھے اور ان تاروں میں رنگین لکڑی کی گوٹیاں رکھی جاتی تھیں ۱۶۴۲ء میں بلیز پاسکل نامی ایک فرانسیسی نے اس میں اور ترقی کی۔ یہ مشین رکشا یا اسکوٹر کے 'آڈومٹر' ٹائپ تھی۔ (یہ میٹر فاصلہ بتاتے ہیں یا رکشا کے موٹر کا کرایہ دکھاتے ہیں۔) ۱۶۷۱ء میں ولیم لائی بنیز نامی ایک جرمن حساب داں نے اسے نیا روپ دیا اور ۱۶۹۴ء میں اس نے اپنا کام پورا کیا۔ حساب جمع تفریق کرنے والی مشین ایجاد ہوئی۔ لیکن جدید کمپیوٹر کا موجد ہے چارلس بیز جو انگلستان کا رہنے والا تھا اس نے ۱۸۲۲ء میں 'ڈفرنس انجن' کے نام سے کمپیوٹر ایجاد کیا، اس کے بعد اس میں مزید اصلاح کرکے اسے 'انالیٹکل انجن' کا نام دیا اور دھیرے دھیرے جدید کمپیوٹر ایجاد ہوا۔

آج برٹش ائرویز ستر ملکوں میں ۶۵ شہروں کی بکنگ آفسوں کا کام کمپیوٹر کی مدد سے کرتی ہے۔ ہر روز چالیس ہزار مسافروں کی بکنگ کا کام ہوتا ہے۔

پاؤ سیکنڈ میں کمپیوٹر کے ذریعہ یہ معلومات مل جاتی ہے کہ ریزرویشن کے لیے کتنی سیٹیں خالی ہیں

اب بینکوں میں بھی کمپیوٹر کا استعمال عام ہے۔ صرف بٹن دبا کر یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ بینک کے کھاتہ دار کی دستخط اصلی ہے یا بناوٹی۔ پیسے نکالنے اور جمع کرنے کا حساب بھی کمپیوٹر کرتا ہے۔ مقناطیسی چیک کمپیوٹر میں ڈالتے ہی کھاتہ دار کے دستخط چیک کرنے کے بعد اس کے حساب میں چیک کی رقم ڈال کر پیسے دینے والی مشین سے مطلوبہ رقم نوٹوں اور سکوں کے ذریعے باہر آجاتی ہے۔

بھوتوں کی کہانیاں

مُنّا اور مُنی دادی اماں سے ضد کرنے لگے کہ وہ انہیں کوئی نئی کہانی سُنائے راجہ رانی، شیر گھوڑے، وزیر کی چالاکیوں کی بہت سی کہانیاں وہ سُن چکے۔

دادی اماں نے کہانی شروع کی :- ایک جنگل تھا۔ وہاں ایک بھُوت رہتا تھا۔ وہ جنگل سے گذرنے والے مسافروں کو ہمیشہ اپنی صورت بدل کر ڈراتا تھا۔ جب اُسے کوئی مسافر نظر آتا تو وہ شیر یا چیتا بن کر سامنے آجاتا، جب مسافر گھبراہٹ کے مارے بھاگتے تو اُسے بہت مزہ آتا۔

ایک بار اُس جنگل سے خدا کے ایک نیک بندے گذر رہے تھے، بھوت جھاڑیوں کے پیچھے چھُپ گیا۔ جھاڑیوں کے پیچھے سے اس کی بڑی بڑی آنکھیں چمکنے لگیں، نیک انسان نے اُن آنکھوں کی طرف دیکھا لیکن وہ ڈرے نہیں۔ بھوت کو بہت تعجب ہوا۔ اب وہ اپنی اصلی ڈراؤنی صورت میں اس نیک انسان کے سامنے آگیا۔ اس کی ڈراؤنی صورت دیکھ کر بھی وہ نہیں ڈرے۔

بھوت نے پوچھا: "تم مجھے دیکھ کر خوف زدہ نہیں ہوئے؟"

"نہیں" نیک انسان نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں نیک آدمی ہوں اور نیک آدمی دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا"

"اگر میں تمہیں مار ڈالوں تو؟"

"مارنے والے سے بچانے والا بہت بڑا ہے"

نیک انسان کی یہ بات سن کر بھوت بہت شرمندہ ہوا اور اس نے لوگوں کو ڈرانے سے توبہ کر لی۔"

کہانی ختم ہوئی، منّا اور منّی دادی اماں کے پلنگ پر ہی سو گئے۔

یکایک منّی کو ایسے لگا جیسے وہ جنگل میں آ گئی ہے، ایک شیر دہاڑیں مارتا ہوا سامنے آجاتا ہے، منّی گھبرا کر بھاگنے لگتی ہے۔ یکایک بھوت اپنے اصلی روپ میں سامنے آجاتا ہے۔ کوئلہ سے زیادہ کالا رنگ، ڈراؤنا چہرہ، لمبے دانت اور بہت لمبا قد، منّی خوف کے مارے پیچھے ہٹ جاتی ہے۔ چاروں طرف اندھیرا چھا جاتا ہے اور اندھیرے میں بھوت کی دو آنکھیں چمک رہی ہیں۔ منّی گھبرا کر نیند سے جاگ اٹھتی ہے اس کا بدن پسینہ سے شرابور ہے۔ وہ چاروں طرف دیکھتی ہے، دادی اماں اور منّا بے خبر سوئے ہوئے ہیں۔ وہ دوبارہ سونے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کی نظر سامنے کی کھڑکی پر جاتی

ہے، وہاں سے بھوت کی دو آنکھیں چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مُنّی گھبرا کر چیخ اُٹھتی ہے:۔

"بھوت.... بھوت...."

دادی اماں گھبرا کر اُٹھ بیٹھتی ہیں اور پوچھتی ہیں:۔ "کیا ہوا مُنّی"

"دادی اماں! وہ بھوت.... اس کی آنکھیں، وہ میرا پیچھا کر رہا ہے...."

مُنّی خوف سے تھر تھر کانپ رہی ہے۔

دادی اماں ٹیوب کا سوئچ دبا دیتی ہیں، پورے کمرے میں روشنی پھیل جاتی ہے بھوت کی آنکھیں اب بھی کھڑکی سے چمک رہی ہیں۔ لیکن وہ بھوت نہیں دادی اماں کی بلّی ہے۔

"دادی اماں! یہ تو آپ کی بلّی ہے ـــ"

"نہیں.... بھوت ہے ـــ سو جا ڈرپوک ـــ"

اور مُنّا مُنّی کا مذاق اُڑاتا ہے ـــ "مُنّی ڈر گئی ـــ مُنّی ڈر گئی ـــ"

مُنّی شرم سے لحاف میں اپنا سر چھپا لیتی ہے۔

دادی اماں مُنّے سے کہتی ہیں:۔ "بھوت یا تو قصّے کہانیوں میں ہوتا ہے یا ڈرپوک انسان کے دل میں رہتا ہے، بھوت کے بارے میں سوچو اور وہ سامنے حاضر ہے ـــ"

بھوت بنگلہ

وجے نگر میں بستی سے دُور ایک چھوٹا سا ڈاک بنگلہ تھا۔ انگریزوں کے زمانہ میں یہاں بہت سے افسران آتے تھے۔ ایک انگریز افسر جانسن کا کسی انقلابی نے گولی مار کر اسی بنگلہ میں خاتمہ کر دیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اب اس بنگلہ میں جانسن صاحب کا بھوت رہتا ہے۔ لوگوں نے اس بنگلہ کا نام بھوت بنگلہ رکھ دیا تھا۔

دن میں تو لوگ یہاں آتے تھے لیکن رات کے وقت یہاں کوئی رُکنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

ایک بار سعید نامی ایک نوجوان شکاری اس بنگلہ پر آیا۔ چوکیدار نے اُسے بتایا کہ اس بنگلہ میں جانسن صاحب کا بھوت رہتا ہے جو رات کے وقت نکلتا ہے اس لیے اب یہاں رات کے وقت کوئی نہیں ٹھہرتا۔ سعید نے ضد کی کہ وہ رات بھر اسی بنگلہ میں رہے گا، چوکیدار نے اُسے بہت سمجھایا

لیکن وہ نہیں مانا۔

بنگلہ میں بجلی نہیں تھی اور نہ ہی قندیل تھا کیونکہ وہاں رات کے وقت کوئی بھی نہیں رُکتا تھا۔ بنگلہ سے تھوڑے فاصلہ پر ایک کسان کی جھونپڑی تھی۔ اس کسان کا نام رام سنگھ تھا۔ چوکیدار اسی کسان سے قندیل مانگ لایا۔ قندیل سعید کے حوالے کرکے چوکیدار اپنے گھر واپس چلا گیا۔

گرمیوں کے دن تھے اس لیے رام سنگھ اپنی جھونپڑی کے باہر ہی سویا تھا آدھی رات کے وقت اس کی آنکھ کھُلی تو اس نے دیکھا کہ ڈاک بنگلہ کے برآمدے میں قندیل ہوا میں معلّق ہے۔ ڈر کے مارے اس کی گھگھی بن گئی۔ وہ چادر میں منہ لپیٹ کر سو گیا۔

اُسے نیند نہیں آرہی تھی، اس نے اپنی بیوی کو بھی جگا دیا، اس کی بیوی نے بھی دیکھا کہ قندیل برآمدے میں گھوم رہا ہے۔ پھر دھیرے دھیرے وہ اندھیرے میں گم ہوگیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ قندیل برآمدے میں نظر آنے لگا۔

ڈر کے مارے دونوں کو رات بھر نیند نہیں آئی، صبح سویرے جب سورج کی روشنی پھیلنے لگی وہ دونوں ڈرتے ڈرتے ڈاک بنگلہ کی طرف گئے۔ دُور سے انہوں نے دیکھا ڈاک بنگلہ کے برآمدے میں سفید چادر اوڑھے کوئی لیٹا ہے، انہوں نے زور زور سے آوازیں دیں لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید

جانسن کے بھوت نے اس ہندی شکاری کو جان سے مار دیا تھا اور باہر اس کی لاش پڑی ہے۔

وہ دونوں دوڑتے ہوئے پولیس تھانہ گئے اور پولیس انسپکٹر کو ساتھ لے آئے۔ انہوں نے اُسے پورا قصہ سُنایا کہ رات میں کس طرح قندیل برآمدے میں گھوم رہا تھا، پھر غائب ہوگیا اور دوبارہ کیسے نمودار ہوا۔

چوکیدار بھی آگیا تھا، اس نے بتایا کہ شکاری تو اندر پلنگ پر سویا تھا اور قندیل بھی اندر کمرے میں رکھا تھا۔

سب حیران پریشان ڈاک بنگلہ پر پہنچے۔ ڈاک بنگلہ کے برآمدے میں ہی لاش رکھی تھی۔

پولیس انسپکٹر نے لاش کے چہرہ سے چادر ہٹائی تو دوسرے ہی لمحہ لاش نے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا بات ہے؟" شکاری گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔

"آپ زندہ ہیں؟ چوکیدار نے پوچھا۔

"کیوں کیا کوئی شک ہے؟" وہ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

ساری بات سُننے کے بعد شکاری نے ہنستے ہنستے کہا۔ بنگلہ میں جانسن کے بھوت سے تو نہیں لیکن کھٹملوں سے ضرور ملاقات ہوئی۔ اندر گرمی بھی بہت تھی، اس لیے پہلے تو میں قندیل لے کر برآمدے میں آیا، پھر اس محراب میں قندیل

رکھ دیا۔ رام سنگھ پہلے تو یہ سمجھا کہ قندیل اپنے آپ ہوا میں تیر رہا ہے۔ اندھیرے میں دور سے صرف قندیل ہی نظر آتا ہے، پھر میں نے محراب میں رکھ دیا تو وہ سمجھا کہ وہ قندیل ایک جگہ ٹھہر گیا۔ دوبارہ میں بستر اندر سے لانے کے لیے گیا تو وہ سمجھا قندیل غائب ہو گیا۔ تیسری بار اُسے قندیل دوبارہ نظر آیا۔ میں برآمدے میں آرام سے سو گیا۔ رات میں نیند دیر سے آئی تھی، اس لیے بے خبر سوتا رہا۔ صبح جب رام سنگھ اور اس کی بیوی نے آوازیں دیں تو میں بے خبر سو رہا تھا، اس لیے میں نے اُن کی آوازیں نہیں سُنیں، وہ سمجھے کہ مَیں مر گیا ہوں۔"

اس واقعہ کے بعد وہ بھوت بنگلہ پھر آباد ہو گیا۔ چوکیدار اب ہر آنے جانے والے سے کہتا ہے اس دنیا میں کوئی بھوت نہیں ہے۔۔۔۔ آپ کا کیا خیال ہے؟۔

بھوتوں کا گھر

اسپتال کے "مردہ خانہ" کو لوگ بھوتوں کا گھر کہتے ہیں، مردہ خانہ اسپتال کا وہ حصہ ہے جہاں پوسٹ مارٹم کے بعد لاشیں رکھی جاتی ہیں، اس کے علاوہ لاوارث لاشیں بھی یہاں زیادہ دیر تک رہتی ہیں۔

یہ کہانی ایک سرکاری اسپتال کی ہے جہاں رگھوناتھ اور اسلم ملازم تھے ان کی ملازمت جنرل وارڈ میں تھی۔ انہیں وارڈ بوائے کہا جاتا ہے۔

ایک دن اسپتال میں کسی ایکسیڈنٹ کی وجہ سے مردہ گھر میں بہت سی لاشیں آئیں۔ وہ دونوں نائٹ ڈیوٹی پر تھے، وارڈ کے باہر گپیں ہانک رہے تھے۔

رگھوناتھ نے کہا: "آج مردہ گھر میں دس لاشیں آئی ہیں۔"

اسلم نے کہا: "بارہ لاشیں آئی ہیں۔"

دس اور بارہ کی تعداد پر بحث بڑھتی گئی۔ دونوں نے شرط لگائی کہ ان دونوں میں سے جو بھی رات کے ۱۲ بجے مردہ گھر میں جاکر لاشوں کی صحیح

تعداد گن کر آئے گا، وہ سَو روپے انعام میں پائے گا۔ شرط یہ بھی تھی کہ لاشوں کی تعداد گنتے ہوئے ہر لاش کے پاس ایک پھُول رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ اطمینان ہو جائے کہ شرط جیتنے والا واقعی لاش کے قریب گیا تھا اور اس نے اس لاش کو قریب سے دیکھا ہے، دونوں کی اس شرط میں ڈیوٹی کے ڈاکٹر بھی شامل ہو گئے۔ ڈاکٹر نے کہا میں مُردہ خانہ کا دروازہ کھُلواتا ہوں۔ دونوں اسپتال کے باغ سے پھول لے آئے، رگھوناتھ گلاب کے پھول اور اسلم چمیلی کے۔ اسلم ٹھیک بارہ بجے جائے گا اور رگھوناتھ ساڑھے بارہ بجے۔

اسلم کو پہلے مُردہ خانہ میں جانا تھا، وہ چلا گیا، ساڑھے بارہ بجے رگھوناتھ کی باری تھی، وہ اندر گیا، اس کے لیے مُردہ خانہ میں جانا کوئی نئی بات نہیں تھی ملازمت کے دوران اس نے ہزاروں لاشیں بھی دیکھی تھیں لیکن نہ جانے کیوں اس کا دل آج دھڑک رہا تھا۔

اس نے ایک نظر دوڑا کر لاشیں گنیں، بارہ لاشیں تھیں، ہر لاش کے پاس چمیلی کا پھول رکھا تھا۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ اسلم وہاں آکر چلا گیا ہے۔

مُردہ خانہ کے ڈراؤنے ماحول میں وہ اکیلا تھا، بارہ لاشیں سفید چادروں میں ڈھکی سامنے پڑی تھیں۔ اس کا دل دھڑکنے لگا، اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر کوئی لاش اٹھ کر کھڑی ہو جائے تو وہ کیا کرے گا؟ مُردہ خانہ اسپتال سے دُور ایک کونہ میں ہے اس کی چیخ سن کر بھی کوئی اس کی مدد کے لیے نہیں آئے گا۔ وہ

دھڑکتے دل کے ساتھ ہر لاش کے پاس گلاب کا پھول رکھنے لگا۔ ایک... دو
... تین ... چار... پانچ ... جوں ہی وہ لاش نمبر ٦ کے پاس آیا، لاش
اپنی جگہ سے ہلنے لگی، پھر ایک آواز آئی... تھینک یو... مسٹر رگھوناتھ ..."
یہ سنتے ہی اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں، ایک دل خراش چیخ مار کر وہ
بے ہوش ہوگیا۔

جب اُسے ہوش آیا تو وہ اسپتال کے جنرل وارڈ میں تھا۔ اس کے ارد
گرد اسپتال کا اسٹاف، ڈاکٹر سب جمع تھے۔ اسلم بھی سامنے کھڑا تھا۔
جب اس کی طبیعت سنبھلی تو اسلم نے کہا،" تھینک یو مسٹر رگھوناتھ!...
آپ شرط ہار گئے ــــ سو روپے نکالئے ــــ"

"وہ چھ نمبر کی لاش ــــ؟
"جی ہاں، وہ میں ہی تھا" اسلم نے کہا:" لیکن مجھے یہ' پتہ نہ تھی کہ تم
ڈر جاؤ گے، میں سفید چادر اوڑھے بیچ کی میز پر لیٹ گیا
یہ سن کر رگھوناتھ شرم سے پانی پانی ہوگیا۔
(ایک سچے واقعہ سے متاثر ہوکر)

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ و اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

مصنف: مشتاق احمد

صفحات: 56

قیمت: -/9 روپے

مصنف: اطہر پرویز

صفحات: 80

قیمت: -/14 روپے

مصنف: محمد خلیل

صفحات: 112

قیمت: -/17 روپے

مصنف: راجندر کمار راجیو

مترجم: ایس۔ اے۔ رضوی

صفحات: 48

قیمت: -/28 روپے

مصنف و مصور: شنکر

مترجم: ایس۔ ایم۔ شاہ نواز

صفحات: 39

قیمت: -/25 روپے

مترجم: منصور نقوی

صفحات: 80

قیمت: -/30 روپے

ISBN: 978-81-7587-431-2

कौमी काउन्सिल बराए फ़रोग़-ए-उर्दू ज़बान
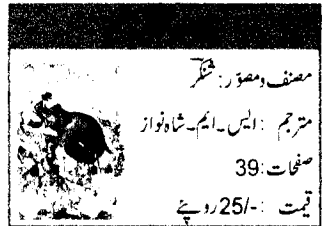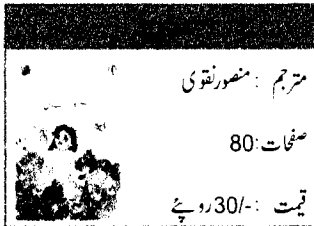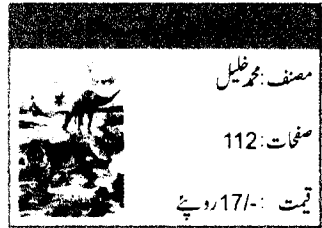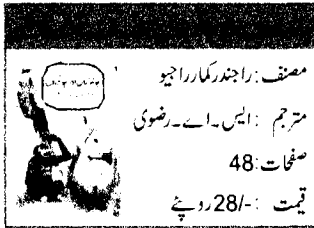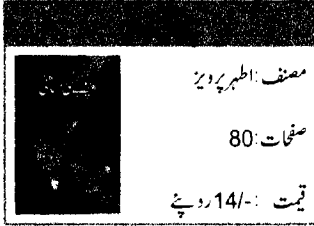
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language

Farogh-e-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110 025